مصطفیٰ جوآد (بغداد)

تاریخِ اسلام میں نظامِ فتوّت

اصل مضمون عربی میں ہے، جو بغداد کے مجلۃ المجمع العلمی العراقی میں چھپا ہے۔ (مدیر)

فتوّت فتیٰ سے مشتق ہے۔ فتیٰ کے معنی جوان کے ہیں، اسلامی اصطلاح میں فتوّت سے مراد ہے وہ مجموعی صفات جن سے کہ ایک نوجوان متصف ہو۔ جیسے شجاعت، فیاضی، ایثار، دینی غیرت، سچ بولنا، وفاداری، حیا، اتباعِ حق، جو شخص حق پر ہو، اس کی حمایت، حق کا مطالبہ کرنا، عبادت میں خلوص، مصیبت زدہ کی مدد اور عورتوں اور یتیموں کا خیال رکھنا۔

روایت ہے کہ تاریخ اسلام میں حضرت علیؑ کو سب سے پہلے فتیٰ کا لقب دیا گیا تھا۔ چنانچہ مشہور ہے: لا سیف الا ذوالفقار ولا فتیٰ الا علی[1]

جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا، فتوّت کی اس اصطلاح کا مفہوم بھی بدلتا گیا۔ صوفیہ نے اسے زہد، ایثار، اور سلوک روحانی کے معنی پہنائے۔ حضرت معاویہؓ سے اس کی یہ تعریف منسوب ہے:۔ "فتوّت یہ ہے کہ تو اپنے مال میں سے اپنے بھائی کے لیے کشائش کر اور اُس کے مال پر نظر نہ رکھ، اس سے انصاف کر اور اس سے انصاف کا مطالبہ نہ کر۔ اس کے تابع ہو اور یہ مطالبہ نہ کر کہ وہ تیرا تابع ہو۔ اس کی طرف سے اگر جفا ہو تو برداشت کر، اُس پر جفا نہ کر۔ اس کی تھوڑی سی بھلائی کو بڑا سمجھ اور تیری بھلائی جو اُس کے ساتھ ہو، اسے کم سمجھ۔"[2]

فتوّت کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق اپنے والد اور وہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اُمت کے فتیان (فتیٰ کی جمع بمعنی نوجوان) کی دس علامتیں ہیں، عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی اُمت میں بھی فتیان ہیں۔ فرمایا۔ کیوں نہیں۔ میری اُمت کی فتوّت کے مقابلے میں پہلی اُمتوں کی فتوّت کی کیا حیثیت ہے۔ پھر عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! وہ علامتیں کیا ہیں؟ فرمایا۔ سچ بولنا، قول و قرار پر پورا اُترنا، امانت ادا کرنا

---

[1] شرح نہج البلاغہ ج ۱، ص ۹۔

[2] تلخیص معجم الالقاب لابن الفوطی

جھوٹ نہ بولنا، یتیم سے ہمدردی کرنا، سوال کرنے والے کو دینا، مال خرچ کرنا، کثرت سے مہربانی کرنا، مہمان نوازی اور ان سب کا اصل الاصول حیا ہے۔" [۳]

غرض فتوت بحیثیت ایک اسلامی، دینی و اجتماعی مسلک کے اسلام کے باقی تمام دینی و اجتماعی مسالک کی طرح زمانے کے ساتھ ساتھ ارتقا پذیر رہی ہے۔ اور ہر طبقہ اس کا مدعی رہا ہے کہ اصل فتوت ہماری ہے۔ مثلاً صوفیہ کا یہ اعتقاد تھا کہ جو فتوت اُن کی خانقاہوں، تکیوں اور رباطوں میں ہے وہ صحیح فتوت ہے۔ اور بہادر اور سخی کہتے تھے کہ اُن کی فتوت ہی حقیقت میں عملی و صحیح ہے۔ چونکہ مادی و عملی معاملات میں روحانی و نظری معاملات کے مقابلے میں تغیر و تبدل بسرعت ہوتا ہے۔ اس لیے جو لوگ دنیا، اس کی لذات بے عنان اور دوسروں پر غلبہ چاہتے تھے، اُن کے ہاں فتوت سے مراد شراب اور رواگ و رنگ لیے جانے لگے۔ اور شجاعت چالاکی اور عیاری میں بدل گئی۔ اس طرح کھوٹی فتوت کا چلن عام ہو گیا۔ اور رامت میں فتیان کا ایک ممتاز گروہ بن گیا۔ یہاں تک کہ اُن کا لباس اور اُن کی بات چیت بھی دوسروں سے الگ ہو گئی۔ اور یہ اس لیے کہ جب اسلامی سلطنتوں کے فرماں روا اور امرا اسلام کے سیدھے راستے سے ہٹ گئے۔ تو فتیان کو بھی کھل کھیلنے کا موقع مل گیا اور یہ تو مشہور ہی ہے: الناس علیٰ دین ملوکھم۔

عبدالرحمٰن بن الجوزی اپنے چھٹی صدی ہجری کے زمانے کی فتوت اور فتیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شاطر اور عیار اپنے آپ کو عیار کہتے ہیں۔ اُن کا کہنا یہ ہے: فتی نہ زنا کرتا ہے، نہ جھوٹ بولتا ہے، حرمتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اور عورت کی ہتک عزت نہیں کرتا۔ لیکن اس کے باوجود یہ لوگوں سے اُن کے مال زبردستی لینے سے نہیں جھجکتے۔ انھوں نے اپنے اس طریق کا نام فتوت رکھ چھوڑا ہے۔ اُن میں کا ایک آدمی بسا اوقات اپنی فتوت کی قسم کھاتا ہے۔ پھر وہ کھانا پینا ترک کر دیتا ہے وہ سراویل (شلواریں) پہنانا اپنے مسلک میں داخل ہونے کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں، جیسے صوفیہ مُرید کو پھٹی ہوئی گدڑی پہنانا۔ اکثر ایسا ہوا کہ ان میں سے کسی نے اپنی لڑکی یا بہن سے کوئی جھوٹی یا ناز یبا بات سُنی اور اس کو قتل کر دیا۔ وہ اسے فتوت کا نام دیتے ہیں۔ بسا اوقات اُن کا کوئی آدمی مار کھاتا ہے اور اس پر صبر کرتا ہے، اور اسے وہ اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھتا ہے۔" [۴]

---

[۳] کتاب الفتوۃ لابن المعمار مخطوطہ
[۴] الناموس فی تلبیس ابلیس ص ۲۱ م

فتوت تاریخ اسلامی کے مختلف زمانوں میں جس طرح ارتقاپذیر ہوتی رہی، اس کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں اُموی دور کا ایک مغنی حنین جسے بعد میں ہشام بن عبدالملک کا تقرب حاصل ہُوا، کسبِ معاش کے سلسلے میں شام کے شہر حمص گیا۔ وہاں اُس نے فِتیان اور اُن کے اڈوں کا پوچھا، اسے بتایا گیا کہ وہ حماموں میں جمع ہوتے ہیں حنین اُن سے ملا۔ وہ اسے ایک مکان میں لے گئے جہاں سب نے کھانا کھایا۔ پھر شراب کا دور چلا۔ جب حنین نے انھیں گانا سنایا، تو اُسے یوں معلوم ہوا کہ وہ دیواروں کے سامنے گانا گا رہا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں عراق میں گانا سننا فِتیان کی عادات میں سے تھا، لیکن بعد میں اموی خلیفہ ہشام کے والیِ عراق خالد بن عبداللہ القسری نے غنا کو حکماً ممنوع کر دیا تھا۔

حنین کے اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں شراب پینا بھی فِتیان کی عادات میں داخل تھا۔ جاحظ لکھتا ہے کہ "ہم نے دیکھا ہے کہ فتیان کی کثرتِ شراب نوشی کی اس طرح تعریف ہوتی ہے جیسے اُن کے قلیل المال ہونے کی"[۵۵]۔ جاحظ نے اپنے ایک تیسری صدی کے معاصر محمد بن ابی المؤمل کا یہ قول نقل کیا ہے: "جس نے نہار منہ شراب نہ پی، وہ فتوت میں نکما اور اصحاب النبیذ، شرابیوں میں ہونے کا جھوٹا مدعی ہے)۔ کہتے ہیں۔" (احمد بن الفرج حمصی فتیٰ بننا تھا (کان یتفتیٰ) یعنی اپنے آپ کو فِتیان میں سے ہونے کے لیے تیار کرتا تھا۔ چنانچہ وہ نوجوان فتیان کے ساتھ ۲۱۹ھ میں شراب پیا کرتا تھا[۵۶]۔

تیسری صدی ہجری کی پہلی چوتھائی میں لہو و لعب کی بنا تُق اس فتوت نے اپنے اوصاف، احکام اور اپنی اصطلاحات میں ایک منفرد حیثیت حاصل کر لی، اُن کا ایک مفتی ہوتا، جو اُن کے احکام کے مطابق اُن کے لیے فتوے دیتا۔ اسے قاضی فِتیان کہا جاتا تھا۔ ان قاضیوں میں سے ایک ابوالفاتک بڑا مشہور گذرا ہے، جو بغداد کے محلہ الکرخ میں رہتا تھا[۵۷]۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ المتوکل نے قانون فِتیان کے مطابق اپنے ندیم عبداللہ بن حمدون کے کان کٹوا کر تکریت میں جلاوطن کر دیا تھا[۵۸]۔ یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ المتوکل اپنے آپ کو فتیان میں سے سمجھتا تھا۔ کتاب "نثر الدر" میں جاحظ کی بعض کتابوں سے

---

۵۵ کتاب البخلا صد ۱۸۹ ۵۶ ایضاً، ص ۱۵۸۔
۵۷ تلخیص معجم الالقاب ۴ : ۲۹۷ ۵۸ المجموع اللفیف

یہ نقل کیا گیا ہے۔" اس زمانے کے رند مشرب فِتیان نوجوانوں کو اپنے حلقے میں شامل کرنے کے لیے بہکاتے ہیں اور انھیں کہتے ہیں کہ جب تک کوئی نوجوان کسی اُستاد کی شاگردی نہ کرے، وہ فتیٰ نہیں ہوتا[۵۹] اس حساب میں ہے۔ بہت سے فِتیان شاطر و عیار بن گئے ہیں اور اُن کا یہ معمول ہو گیا ہے کہ وہ خلاف آداب حرکات کرتے ہیں۔ اضطراب پھیلاتے ہیں۔ راستوں میں لوٹ لیتے ہیں اور امنِ عامہ کو تہ و بالا کرتے ہیں۔ اور اپنی ان سب حرکات کے جواز میں پہلوں کے اقوال نقل کرتے ہیں اور اسے قدیم سے آنے والا طریقہ بتاتے ہیں۔ انھوں نے فتوت کے کچھ آداب بنا رکھے ہیں۔ جن کے بغیر اُن کے نزدیک فتوت تکمیل پذیر نہیں ہو سکتی۔

فِتیان خاص قسم کا لباس پہنتے تھے اور اُن کے رنگ ڈھنگ دوسروں سے نرالے تھے۔ جاحظ "البیان والتبیین" میں لکھتے ہیں: ابو عبابہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ فتیان نے باغوں وغیرہ میں راہ چلتے لوگوں کو لوٹنا چھوڑ دیا ہے۔ وہ اسے فِتیان کی خرابی بتاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اب اُن میں بہادری نہیں رہی اور وہ لوگوں کی مخالفت کرنے اور انھیں لوٹنے مارنے سے ڈرتے ہیں۔

فِتیان کا سب سے نمایاں لباس سروال (شلوار) تھا۔ جو سروالِ فتوت کے نام سے مشہور تھی۔ جب ایک نوجوان کو فتیٰ بنا کر فتیان میں داخل کیا جاتا تو اُس کی کمر میں پیٹی باندھی جاتی تھی۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ فرانسیسی (chevalerie) بمعنی شاہ سواری اس عربی لفظ سراول سے مشتق ہے۔ جس کی جمع سراویل ہے اور جو فِتیان پہنتے تھے[۶۰] آج عراق میں ایسے لوگ ہیں جو اس سروال کو جو قدیم سے چلی آتی ہے، شروال کہتے ہیں۔ یہ فرانسیسی لفظ جس کے معنی شاہ سواری کے ہیں، عربوں کے ہاں جو فتوت تھی، اُس سے ماخوذ ہے۔ (انگریزی میں یہ لفظ chivalry ہے، جس کے معنی انجمن ترقی اردو کی لغت میں نظامِ فتوت کے دیئے ہیں)

فِتیان کو فتیٰ بناتے وقت نمک ملا ہوا پانی پلایا جاتا تھا۔ کیونکہ نمک ایک مقدس چیز ہے۔ وہ ہر خراب شدہ چیز کی اصلاح کرتا ہے اور اکثر غذاؤں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے اور فوائد بھی

---

۵۹ کتاب نثر الدرر

۶۰ La Tradition chevaleresque des Arabes par Wacyf Boutros Paris. 1919

ہیں - اور نمک ملا ہوا پانی پلانے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ زندگی میں بڑی مشکلات اور تلخیاں ہیں - اور ایک فتی کو انھیں برداشت کرنا ہوگا۔[۱۱]

چوتھی صدی ہجری میں نظری فتوت اور عملی فتوت میں بہت فرق پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہ بالکل فطری بھی تھا۔ کیونکہ اس صدی میں اجتماعی حالات بہت بگڑ گئے تھے اور ان کا اثر فتوت پر بھی پڑا۔ چوتھی صدی ہجری میں عراق میں بالعموم اور خاص بغداد میں بالخصوص بنی بویہ کے برسرِ اقتدار آنے سے جو شیعہ تھے، فرقہ وارانہ تنازعات بہت بڑھ گئے۔ چنانچہ آئے دن فرقوں میں مسلح تصادم ہوتے جن میں جان و مال کا نقصان ہوتا اور صورتِ حال خراب ہوتی۔ اس کی وجہ سے فتوت میں چالاکی اور عیاری آ گئی اور وہ خون ریز فرقہ وارانہ فسادات میں حصہ لینے لگی۔ ابن اثیر ۳۰۰ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: بغداد میں زبردست فساد ہوا جس میں سخت فرقہ وارانہ منافرت کا مظاہرہ کیا گیا۔ لوگ مختلف دھڑوں میں بٹ گئے۔ عیاروں (انھیں اس زمانے کے غنڈے کہیے) کی بن آئی۔ اور انھوں نے بڑا شر و فساد پھیلایا۔ ..... اسی فساد میں بغداد کا محلہ کرخ جلایا گیا۔ جو تاجروں اور شیعہ کا مرکز تھا۔[۱۲]

اسی فتنہ و فساد کے دوران عیار و شر پسند فتیان کے کئی سرغنے آگے آ گئے۔ جنھوں نے بغداد کو اپنے اپنے حلقہ تسلط میں بانٹ لیا۔ ان میں سے ایک اسود الزبد غلام تھا۔ بغداد کا پُل زبد اس کا ٹھکانا تھا۔ یہ کھجور کی گٹھلیاں چُنا کرتا، اور جو لوگ اس طرف لہو و لعب کے لیے آتے، اُن سے کھانا مانگ کر کھایا کرتا۔ وہ تقریباً ننگا رہا کرتا۔ اور اپنے ستر کو چند چیتھڑوں سے ڈھانپنے پر اکتفا کرتا۔ ایک عرصہ تک وہ اسی حال میں رہا۔ ابو حیان لکھتے ہیں کہ فتنہ و فساد کے دوران اُس نے دیکھا کہ جو لوگ اس سے کمزور ہیں وہ تلواریں لے کر آگے آ گئے ہیں۔ چنانچہ اس نے بھی تلوار سنبھال لی اور لوٹ مار شروع کر دی۔ اس کی انسانی جلد کے اندر سے ایک شیطان ظاہر ہوا۔ اس کا چہرہ صبیح (خوبصورت) ہو گیا جسم حسین نکل آیا۔ اس نے عشق کیا اور اس سے عشق کیا گیا۔ وہ دن بھی عجیب تھے۔ اُن میں ایک سے ایک بڑھ کر حیرت انگیز واقعات رونما ہوتے رہے۔ اُسے قائد بنا دیا گیا۔ لوگوں نے اس کی اطاعت کی۔ اُس نے انھیں خوب مال دیا۔ اس طرح اس کی بڑی زبردست حیثیت ہو گئی، اور وہ من مانی کرنے لگا۔

---

۱۱ الفتوۃ لابن المعمار۔ مخطوط

۱۲ الکامل لابن اثیر

ابوحیان نے اس اسود الزبد کا یہ دلچسپ واقعہ بھی ذکر کیا ہے :

اس نے ایک ہزار دینار سے ایک حسین وجمیل لونڈی خریدی۔ جب اُس نے اس لونڈی سے قربت چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ اسود نے کہا کہ تمھیں میری کونسی چیز ناپسند ہے۔ کہنے لگی کہ تم جیسے کے ہو۔ مجھے یہی ناپسند ہے، کہنے لگا کہ تم چاہتی کیا ہو۔ اُس نے کہا تم مجھے کسی اور کے پاس بیچ دو۔ کہنے لگا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ میں تمھیں آزاد کر دوں اور ایک ہزار دینار بھی دوں۔ کہنے لگی۔ یقیناً یہ بہتر ہے۔ پس اسود نے اسے آزاد کر دیا اور اسے قاضی ابن دقاق کے رُوبرو ایک ہزار دینار دے دیے[13]

اس عہد میں فتوت کی مختلف برادریاں، حزبیں (حزب - پارٹی) اور قبیلے بن گئے۔ اُن میں سے ہر ایک دوسرے کے اصولوں اور اقوال و افعال کو غلط ٹھہراتا تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے شروع میں شام کے بعض شہروں میں فتیان یعنی احداث (واحد، حدث بمعنی نوجوان) نے بڑا زور پکڑ لیا اور یہ سیاسی جنگوں میں حصہ لیتے رہے۔

فتوت نے یہ جو خطرناک صورت اختیار کر لی تھی۔ اس کے پیش نظر حکمرانوں کو امن قائم کرنے اور دین کے نام سے یہ جو قتل و غارت ہوتی تھی اس کے سدِّباب کے لیے ان شر پسند اور مفسد گروہوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہو گیا۔ ۴۲۴ھ میں اور اس کے بعد جو فسادات ہوتے، اُن کا ذکر کرتے ہوئے ابن اثیر لکھتا ہے۔ بغداد کے عیار فتیان کے گروہ کا ایک قائد ابو علی بُرجمی کا زور بڑھا۔ عوام کی ایک کثیر تعداد اس کے ساتھ ہو گئی۔ انھوں نے بغداد کی جامع مسجد مہدی کے خطیب پر یورش کر دی، اور اسے کہا "اگر تم ابو علی برجمی کے نام کا خطبہ نہیں پڑھتے تو خلیفہ اور سلطان کا نام بھی خطبے میں نہ لو" ابن اثیر کہتا ہے اس سلسلے کی اور بھی بڑی حکایتیں ہیں لیکن اس کے ساتھ برجمی میں فتوت اور مروت بھی تھی۔ وہ نہ کسی عورت کو چھیڑتا، اور نہ اپنے سامنے سرِتسلیم خم کرنے والے کو[14]

جب بغداد کے حکمران عباسی خلفا کو پتہ چلا کہ اُن کے حریف مصر کے فاطمی خلفا فتوت کے اس نظام کو اپنی سیاسی اغراض کے لیے استعمال کر رہے ہیں تو وہ اس سے گھبرا اُٹھے۔ فاطمی خلفا کے ایک آدمی نے مدینہ منورہ کو اپنا مستقر بنایا۔ وہاں سے اُس نے مختلف شہروں میں فتیان کے سربراہ مقرر کیے اور جو لوگ اس نظام میں شامل ہونا چاہتے تھے، ان سے باقاعدہ خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس

---

[13] الامتاع والموانسۃ لابی حیان التوحیدی۔ [14] الکامل لابن اثیر

کے بعض ایجنٹ خاص بغداد میں بھی تھے۔ اُن میں سے ایک مشہور ادیب ابن الرسولی نامی تھا۔ جس نے فتوت پر ایک کتاب بھی لکھی جو اس موضوع پر شاید سب سے پہلی کتاب ہے، اس میں فتوت کے معنی اور اس کے فضائل و قوانین کا ذکر ہے۔

ابن الرسولی نے مغربی بغداد کی ایک مسجد میں جس کے بارے میں مشہور تھا کہ حضرت علیؓ جب خوارج سے لڑنے نکلے تھے تو وہاں نماز پڑھی تھی[15] اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔ آخر عباسی حکام کو اس کا علم ہوا۔ ان میں بہت سے لوگ پکڑے گئے اور بعض بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ۲۷۴ھ کا واقعہ ہے۔ انھیں جرمانے کیے گئے اور اُن کے گھر لوٹ لیے گئے لیکن اس سختی کے باوجود فتوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ جب بھی حکومت کمزور ہوتی تھی۔ فتوت پھر سر نکال لیتی تھی۔ چنانچہ ۵۳۲ھ میں عباسی خلیفہ المقتفی لامر اللہ کے زمانے میں پھر فتیان نے زور پکڑا۔ ۵۶۳ھ میں ان کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ بغداد کا امن عامہ تہ و بالا ہو گیا۔ جس سے تنگ آ کر احتجاج کے طور پر دکانداروں نے اپنی دکانیں بند کر دیں اور جامع مسجدوں کے منبر توڑ دیے۔

مشہور اندلسی سیاح ابن جبیر ۵۷۹ھ میں شام آیا۔ وہ فتیان کے ایک گروہ نبویہ نام کا ذکر کرتا ہے۔ جو شیعوں کے بہت سخت خلاف تھے۔ وہ لکھتا ہے: یہ سُنی ہیں۔ فتوت اور مردانگی کے قواعد و اصول پر ان کا اعتقاد ہے، وہ جس کو اپنی جماعت میں داخل کرنے کا اہل سمجھتے ہیں۔ اُسے سراول (شلوار) اور پیٹی پہناتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی فتوت کی قسم کھاتا ہے تو اسے ہر حال میں پورا کرتا ہے[16]۔

بلاد شام میں فتیانِ نبویہ کی یہ کیفیت تھی۔ اس کے علاوہ اُن کی ایک جماعت خلیلیہ تھی، جو غالباً حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرف منسوب تھی۔ اس طرح بعض اور ناموں کی بھی فتیان کی جماعتیں تھیں ابن المعمار الحنبلی ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے: ان میں سے ہر جماعت کا اپنا ایک مسلک تھا اور اس کی تائید میں وہ اقوال نقل کرتی تھی، اس سے اُن میں اختلاف بکثرت پیدا ہو گئے[17]۔

(باقی آئندہ)

---

[15] معجم البلدان لیاقوت الحموی

[16] رحلۃ ابن جبیر ص ۲۸۰

[17] کتاب الفتوۃ لابن المعمار۔ مخطوط